محمد وسیم اختر مفتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱۷)

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ابن عبدالبر کہتے ہیں: حضرت علی زکوٰۃ نہیں، بلکہ صدقہ دیتے تھے، کیونکہ وہ مال جمع ہی نہ کرتے تھے کہ اس پر زکوٰۃ عائد ہوتی۔ خلفاے راشدین کے ادوار میں بھی حضرت علی کو خمس و فے سے حصہ ملتا رہا جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتے۔ حضرت عمر نے حضرت علی کے قطعات میں ینبع کا اضافہ کر دیا تھا، اس سے حضرت علی کو معقول آمدنی ہوتی تھی (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۳۷۰۰)۔ ینبع مکہ و مدینہ کے مابین سرزمین تہامہ میں واقع تھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ کے فتح کیا تھا۔ چشموں کی کثرت کی وجہ سے فعل مضارع کے وزن پر اس کا نام ینبع (پانی پھوٹتا ہے) پڑ گیا تھا۔ مال فے میں ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما رکھا تھا: ینبع نہ بیچا جا سکے گا، نہ ہبہ کیا جا سکے گا، نہ اس میں وراثت جاری ہو گی۔ چنانچہ اس فرمان نبوی پر عمل کرتے ہوئے حضرت علی نے اپنی اولین وصیت کی کہ ینبع کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا جائے (مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۹۴۱۴)۔ عین تحنس، عین ابی نیزر، عین بغیبہ بھی حضرت علی کی جایدادیں تھیں (وفاءالوفاء، سمہودی)۔

بنو نضیر کے مال فے میں حضرت عباس اور حضرت علی میں نزاع ہوا تو دونوں خلیفۂ ثانی حضرت عمر کے پاس

گئے۔ انھوں نے کہا: یہ مال خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، لیکن آپ نے تمھیں اس میں سے حصہ دیا۔ بقیہ مال آپ ازواج مطہرات پر خرچ کرتے اور اللہ کی راہ میں نکالتے، پھر ابو بکر اور میں نے اسی طریقے کو جاری رکھا۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں اس جایداد کا انصرام آپ دونوں کو دے دوں تو آپ کو عہد کرنا ہو گا کہ اس کی آمدن انھی مصارف پر خرچ کریں گے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ ان دونوں نے یہ شرط مانی تو حضرت عمر نے مدینہ کی جایداد ان کے حوالے کر دی اور خیبر اور فدک کو اپنے پاس رکھا (بخاری، رقم ۳۰۳۳۔ مسلم، رقم ۴۵۷۷۔ ابوداؤد، رقم ۲۹۶۳۔ نسائی، رقم ۴۱۵۳۔ مسند احمد، رقم ۴۲۵)۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عباس مال کو آدھا آدھا بانٹنا چاہتے تھے۔ ان کا مطالبہ جائز تھا، اس لیے حضرت عمر نے مان لیا، تاہم اسے تقسیم کا نام نہ دیا (ابوداؤد، رقم ۲۹۷۰)۔

حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس نے مشورہ کیا کہ اپنے بیٹوں حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ اور حضرت فضل بن عباس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تاکہ ان دونوں کو زکوٰۃ کی وصولی پر مامور کر دیں۔ اس طرح انھیں بھی اپنی شادی کے لیے خرچ مل جائے گا۔ حضرت علی نے سنا تو روکا اور کہا: آپ نہ مانیں گے۔ انھوں نے کہا: تم ہم سے حسد کرتے ہو، حالاں کہ ہم تمھارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے پر حسد نہیں کرتے۔ ام المومنین حضرت زینب نے بھی روکا، لیکن وہ منع نہ ہوئے۔ دونوں لڑکوں نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر گزارش کی تو فرمایا: آل محمد کے لیے صدقہ لینا مناسب نہیں۔ آپ نے حضرت نوفل بن حارث اور خمس کے عامل حضرت محمیہ بن جزء کو بلایا اور حضرت محمیہ کی بیٹی سے حضرت فضل کا اور حضرت نوفل کی بیٹی سے حضرت عبدالمطلب کا نکاح طے کرا دیا۔ پھر خمس سے ان کا حق مہر دلوا دیا (مسلم، رقم ۲۴۸۱۔ ابوداؤد، رقم ۲۹۸۵۔ نسائی، رقم ۲۶۱۰)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زہد

اپنے دور حکومت میں حضرت علی بہ قدر کفایت وظیفہ لیتے۔ ایک جبہ اور ایک چادر کے علاوہ بیت المال سے کوئی کپڑا نہ لیتے۔ عہد خلافت میں بھی فاقوں کی نوبت آ جاتی تھی۔ معمولی سے گھر کے علاوہ ساری عمر کوئی عمارت نہیں بنوائی۔ مکہ میں ابو طالب کا مکان ان کے کافر بیٹے عقیل کو مل گیا، حضرت علی اور حضرت جعفر اس کے وارث نہ بنے، کیونکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا (بخاری، رقم ۱۵۸۸۔ ابن ماجہ، رقم ۲۷۳۰)۔

حضرت علی کی غذا معمولی اور لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ انھیں جو کی روٹی ہی پسند تھی، دودھ اور گوشت سے رغبت نہ تھی۔ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: خلیفۂ وقت کے لیے اللہ کے مال میں سے صرف دو پیالے لینا جائز ہے۔ ایک جو خود لے اور اہل و عیال کو کھلائے، دوسرا آنے والے لوگوں کو پیش کرے (مسند احمد، رقم ۵۷۸)۔

ایک مرتبہ فالودہ کا پیالہ پیش کیا گیا تو کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فالودہ نہیں کھایا، اس لیے میں بھی نہ لوں گا۔ یہ خوش بودار، خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہے، میں اپنے نفس کو وہ غذائیں نہیں دینا چاہتا جس کا وہ عادی نہیں (کنز العمال، رقم ۳۶۵۴۹۔ حلیۃ الاولیاء، رقم ۲۴۷)۔

حضرت حسن و حضرت حسین سے کہا گیا: آپ امیر المومنین کے بیٹے ہونے کے باوجود کیا ترکاری اور سرکہ لیتے رہتے ہیں، حالاں کہ کوفہ کے بازار رحبہ میں کیا کچھ نہیں ملتا۔ کہا: آپ امیر المومنین کے خیالات سے کیا ہی بے خبر ہیں۔ یہ سب نعمتیں عام مسلمانوں کے لیے ہیں (شعب الایمان، بیہقی، رقم ۵۶۸۰)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایک مرتبہ موسم سرما میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا، حضرت علی سخت بھوک کی حالت میں کمر پر کھجور کی ٹہنی باندھے گھر سے نکلے۔ ایک یہودی کے باغ کی دیوار کے شگاف میں انھوں نے دیکھا کہ وہ چرخی سے پانی نکال کر باغ (اور جانوروں) کو سیراب کر رہا ہے۔ انھیں دیکھ کر بولا: کیا تم ایک کھجور کے بدلے میں ایک ڈول پانی نکال دو گے؟ حضرت علی کے ہاں کہنے پر اس نے باغ کا دروازہ کھولا۔ حضرت علی نے اتنے ڈول نکالے کہ مٹھی کھجوروں سے بھر گئی۔ کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (ترمذی، رقم ۲۴۷۳۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۵۰۲)۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی نے سترہ ڈول نکال کر سترہ عجوہ کھجوریں مزدوری لی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں، کیونکہ آپ فاقے سے تھے (ابن ماجہ، رقم ۲۴۴۶۔ احمد، رقم ۱۱۳۵)۔

حضرت علی ایک بار اپنے غلام کے ساتھ بازار گئے۔ کھدر کے دو کرتے خرید کر غلام سے کہا: جو تمھیں پسند ہے، لے لو۔ اپنا کرتا پہن کر ہاتھ آگے کیا اور کہا: اس کی آستین کا حصہ جو میرے ہاتھ سے بڑا ہے، کاٹ دو۔

حضرت علی فرماتے ہیں: دنیا مردار ہے، جو اس میں سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے، کتوں سے میل ملاپ برداشت کرے۔

کچھ لوگ حضرت علی کے گھر کے باہر جمع تھے، انھوں نے اپنے غلام قنبر سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے

بتایا: امیر المومنین، آپ کے شیعہ (ساتھی) ہیں۔ کہا: تو کیا بات ہے، میں ان میں شیعہ ہونے کے آثار نہیں دیکھ رہا؟ شیعہ ہونے کی کیا علامتیں ہیں؟ غلام نے پوچھا۔ فرمایا: بھوک سے پیٹ چپکے ہونا، پیاس سے ہونٹ خشک ہونا اور لگاتار آنسو بہنے سے آنکھوں کی بینائی کم زور ہو جانا۔

اپنا کام خود کرتے تھے، حتیٰ کہ جوتا بھی گانٹھ لیتے۔

ایک بار حضرت علی کوفہ کے بازار (رحبۂ خنیس) میں کھڑے ہو کر پکارنے لگے: کون مجھ سے یہ تلوار خریدے گا؟ میں نے اس کی مدد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی تکالیف زائل کی ہیں۔ میرے پاس اگر پاجامہ خریدنے کے پیسے ہوتے تو یہ تلوار نہ بیچتا (المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۹۸۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۵۶۵۱۔ کنز العمال، رقم ۳۶۵۳۱)۔

حضرت علی کا لباس سوتی لمبا کرتا، عبا اور عمامہ تھا۔ خود معمولی لباس پہنتے، لیکن ملازموں کو عمدہ لباس پہناتے۔

ایک طرف وسیع آمدنی اور دوسری طرف فقر، حضرت علی کے معاشی حالات کے یہ دونوں پہلو اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ وہ طبعاً درویش منش تھے اور انھوں نے فقر کو خود اختیار کیا۔ وہ اپنی آمدن اللہ کی راہ میں صرف کر دیتے تھے اور اموال ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت علی قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ریا سے پاک، سادہ طبیعت

حضرت علی چالاکی سے قطعاً پاک تھے۔ اپنے مدعا کو بے دھڑک بیان کر دیتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے خود کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ اس کا اظہار بھی کر دیا، لیکن جب حضرت ابو سفیان نے حضرت ابو بکر کے خلاف خروج کرنے پر آمادہ کیا تو انھیں جھڑک دیا۔ حضرت عثمان کو مخلصانہ مشورے دیے، لیکن جب ان کے کچھ کاموں پر اعتراض ہوا تو بلا تامل اظہار کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد ابتدائی پس و پیش کے بعد بیعت لینے میں کسر نفسی اور تکلف نہ کیا۔ قیس بن عبادہ نے حضرت علی سے سوال کیا: کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد خلیفہ تم بنو گے تو جواب دیا: یہ بات غلط ہے، اگر آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوتا تو میں ابو بکر، عمر اور عثمان کو خلیفہ کیوں بننے دیتا۔

حضرت علی فرماتے ہیں: میں ایسا شخص تھا جسے مذی (pre-seminal fluid) بہت آتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کی وجہ سے آپ سے سوال پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا، اس لیے مقداد بن اسود کو کہا، ان کے استفسار پر آپ نے فرمایا: ذکر (penis) دھو کر وضو کر لو (بخاری، رقم ۱۷۸، ۲۶۹۔ مسلم،

رقم ۶۹۵۔ ابوداؤد، رقم ۲۰۷۔ نسائی، رقم ۱۵۶)۔

قریبی انسان اور ذاتی اشیا

جویریہ بن مسہر، ابن النیاح اور ہمدان حضرت علی کے خاص مؤذن تھے۔

ابو نیزر نجاشی، قنبر اور میثم ان کے خاص خدام تھے۔ فضہ، زبر اور سلافہ خاص کنیزیں تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ دلدل خاص سواری تھی۔

ذوالفقار ان کی تلوار تھی۔

حضرت علی کی موقر دینی آرا

کلمہ طیبہ

حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں شہادتین توحید و رسالت پر مشتمل کلمہ 'لا إله إلا الله محمد رسول الله' پڑھا پڑھایا۔ شیعہ ائمہ نے بھی اسی کلمے کی تعلیم دی۔ اس میں تیسری شہادت کا ذکر نہیں۔ معتبر کتب شیعہ میں سنی علما کی طرح اللہ کے معبود ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی شہادتوں، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، بیت اللہ کا حج کرنے اور رمضان کے روزے رکھنے کو اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے (اصول کافی ۱/۳۷۷۔ حیات القلوب، باقر مجلسی ۳/۲)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قرآن مجید

ایک بار حضرت علی نے مسجد میں لوگوں کو باتوں میں مشغول پا کر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آگاہ رہو، ایک فتنہ آنے والا ہے، تو پوچھا: یارسول اللہ، اس سے چھٹکارا کیسے ہو گا؟ فرمایا: کتاب اللہ سے، اس میں تم سے پہلی امتوں کے قصے، تم سے بعد میں آنے والوں کی خبریں اور تمھارے باہمی جھگڑوں کے فیصلے ہیں۔ جس سرکش نے اسے چھوڑا، اللہ اسے برباد کر دے گا۔ جس نے اس کے ماسوا سے ہدایت پانا چاہی، اللہ اسے گم راہ کر دے گا۔ یہی اللہ کی مضبوط رسی، ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے۔ علما کا اس سے دل نہ بھرے گا، کثرت تلاوت سے یہ پرانا نہ ہو گا اور اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے (ترمذی، رقم ۲۹۰۶۔ احمد، رقم ۷۰۴۔ سنن دارمی، رقم ۳۳۶۶۔ مسند بزار، رقم ۸۳۶۔ شعب الایمان: ۱۹۳۵)۔ امام ترمذی کہتے ہیں: اس غریب روایت کی سند مجہول ہے۔

نجویٰ اور صدقہ

مدینہ کی نوخیز ریاست میں نفاق کا مرض عام ہوا تو منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشیوں میں اپنی صفائیاں پیش کرتے اور اپنے اوپر آنے والے الزام بے گناہ مسلمانوں کے سر تھوپنے کی کوشش کرتے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نازل ہوئی: 'یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'، ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو (یا ایمان کے دعوے دار ہو)، جب تمھیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رازدارانہ بات کرنی ہو تو اپنی رازدارانہ بات سے پہلے کچھ صدقہ کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے'' (المجادلہ ۵۸: ۱۲)۔ منافقین میں بخل و حرص کی بیماری عام تھی، اس لیے توقع تھی کہ وہ سرگوشیاں کرنے کا حوصلہ ہی نہ کریں گے اور اگر انفاق کیا تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان کے تزکیہ کا سبب بن جائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: جب یہ حکم الٰہی نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: تمھاری کیا راے ہے، صدقہ ایک دینار ہونا چاہیے؟ میں نے کہا: لوگ نہ دے سکیں گے۔ ارشاد فرمایا: تو کیا آدھا دینار ہو؟ میں نے کہا: لوگ اتنا بھی نہ دے پائیں گے۔ پھر فرمایا: تو کتنا ہو؟ میں نے جواب دیا: ایک جو کافی ہے۔ فرمایا: تم تو بہت جزرس ہو۔ تب اگلی آیت اتری: 'ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ'، ''کیا تم اس حکم سے ڈر گئے کہ سرگوشی کرنے سے پہلے تمھیں صدقات دینے ہوں گے'' (المجادلہ ۵۸: ۱۳)۔ حضرت علی کہتے ہیں: میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے امت پر فضل فرما کر اس حکم کو منسوخ فرما دیا (ترمذی، رقم ۳۳۰۰۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۴۰۰)۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عذاب قبر

حضرت علی فرماتے ہیں: ہمیں عذاب قبر کے بارے میں مسلسل شبہ ہی رہا، حتیٰ کہ یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں: 'اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ. حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ'، ''تمھیں مال و اولاد کی کثرت پانے کی دوڑ نے غافل رکھا، حتیٰ کہ تم قبروں میں جا پہنچے'' (التکاثر ۱۰۲: ۱-۲۔ ترمذی، رقم ۳۳۵۵)۔ عرب اپنے قبیلے کی کثرت تعداد کے ساتھ ساتھ کثرت قبور پر بھی فخر کرتے تھے۔ بنو عبد مناف نے اپنے زندوں اور مقابر کا شمار کیا تو بنو سہم سے

بڑھ گئے۔ ایسا ہی تفاخر احیا واموات انصار کے قبائل بنو حارث اور بنو حارثہ کے بارے میں مذکور ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں: یہ فرمان الٰہی عذاب قبر کے بارے میں ہے، یعنی اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔

اذان

حضرت علی کے دور خلافت میں وہی اذان کہی جاتی تھی جو عہد رسالت میں دی جاتی تھی۔ بارہ ائمہ کے ادوار اور خیر القرون میں یہی اذان جاری رہی۔ امام محمد باقر اور شیخ صدوق نے اسی اذان کی تعلیم دی اور کہا: ان کلمات میں کچھ بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔

حضرت علی بابل کے پاس سے گزر رہے تھے کہ مؤذن نماز عصر کی اطلاع دینے آیا۔ جب آپ آگے گزر گئے تو اذان واقامت کہنے کا حکم دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بتایا کہ میرے محبوب علیہ السلام نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں اور بابل کی سر زمین میں نماز پڑھوں، کیونکہ بابل پر (اللہ کی طرف سے) لعنت کی گئی ہے (بخاری، رقم ۴۳۔ ابوداؤد، رقم ۴۹۰)۔ ایک بار حضرت علی کوفہ سے نکلے، ابھی گھر نظر آرہے تھے کہ انھوں نے نماز قصر کرنا شروع کر دی۔ جب لوٹے تو انھیں بتایا گیا، ہم کوفہ پہنچ گئے ہیں، لیکن انھوں نے کہا: ہم شہر میں داخل ہونے تک قصر کرتے رہیں گے (بخاری، رقم ۴۶۲)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پاؤں کا مسح نہیں، بلکہ دھونا

حضرت حسین فرماتے ہیں: میرے والد علی نے مجھے وضو کا پانی لانے کو کہا۔ سب سے پہلے انھوں نے تین دفعہ ہاتھ دھوئے، پھر تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی چڑھایا اور نکالا، اس کے بعد تین مرتبہ منہ دھویا، پھر دایاں بازو اور بایاں بازو تین تین بار دھوئے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک بار سر کا مسح کیا اور تین دفعہ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔ آخر میں انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا اور فرمایا: میں تمھیں دکھانا چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے (نسائی، رقم ۹۵۔ احمد، رقم ۸۷۶۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۲۸۶)۔ حضرت شقیق بن سلمہ کہتے ہیں: حضرت عثمان اور حضرت علی اعضائے وضو کو تین بار دھویا کرتے تھے اور کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو بھی ایسے ہی ہوا کرتا تھا (ابن ماجہ، رقم ۴۱۳۔ احمد، رقم ۱۳۴۵)۔ اس سے ان روایات کی نفی ہو جاتی ہے جن کے مطابق اعضا کو محض ایک بار دھونا سنت ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک ہی بار کیا (ابن ماجہ، رقم ۴۳۶)۔

رفع یدین

حضرت علی صرف تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر (باقی نماز میں) وہ رفع یدین نہ کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۵۷)۔

نماز میں ہاتھ باندھنا

حضرت علی سے روایت ہے کہ نماز میں (مردوں کے لیے) زیر ناف ہاتھ باندھنا سنت ہے (ابوداؤد، رقم ۷۵۶۔ احمد، رقم ۸۷۵)۔ حضرت علی نماز میں اپنی داہنی ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھے رہتے، سوائے اس کے کہ جلد پر خارش کرتے یا کپڑا سیدھا کرتے (بخاری، رقم ۱۔ ابوداؤد، رقم ۷۵۷)۔

''فروع کافی'' میں ہے کہ نماز میں عورت سینے پر پستانوں سے اوپر ہاتھ باندھے (۱۹۸/۱)۔

تکبیرات انتقال

مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے اور عمران بن حصین نے بصرہ میں حضرت علی کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ وہ سجدہ میں جاتے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہتے، سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ نماز ختم ہوئی تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: انھوں نے مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی ہے (بخاری، رقم ۷۸۶۔ مسلم، رقم ۸۷۳۔ نسائی، رقم ۱۰۸۳)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وتر

حضرت علی فرماتے ہیں: وتر فرض نمازوں کی طرح تم پر فرض نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ یکتا (وتر کے لفظی معنی عدد طاق، بے جوڑ اور بے مثل کے ہیں) ہے، وتر کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے، اے قرآن کے ماننے والو، وتر پڑھا کرو (ترمذی، رقم ۴۵۳۔ نسائی، رقم ۱۶۷۷۔ ابن ماجہ، رقم ۱۱۶۹۔ احمد، رقم ۸۷۷)۔

تہجد

ایک رات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹا کر فرمایا: کیا تم نماز (تہجد) نہ پڑھو گے؟ علی نے جواب دیا: ہماری جانیں اللہ کے دست قدرت میں ہیں، جب ہمیں بیدار کرنا چاہتا ہے، کر دیتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: آپ یہ سن کر واپس تشریف لے گئے، جاتے جاتے ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: 'وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا'، ''اور انسان سب سے بڑھ کر جھگڑا کرنے والی شے ہے'' (الکہف

۱۸: ۵۴۔ بخاری، رقم ۱۱۲۷۔ مسلم، رقم ۱۸۱۸۔ نسائی، رقم ۱۶۱۲۔ احمد، رقم ۱۷۵۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۳۶۶)۔

نماز تراویح

ماہ رمضان میں حضرت علی مرد و زن کو نماز تراویح کے لیے جمع ہونے کو کہتے اور مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ امام مقرر کرتے (مصنف عبدالرزاق، رقم ۵۱۲۷)۔ حضرت علی نے ایک قاری کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور وتر کی نماز خود پڑھاتے رہے (السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۴۶۲۰)۔ دوسری روایت میں تراویح پڑھانے والے حضرت علی کے شاگرد کا نام شُتیر بن شکل بتایا گیا ہے (السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۴۶۱۹)۔

عید الاضحیٰ

حضرت علی نے دو مینڈھوں کی قربانی دی اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں (ابوداؤد، رقم ۲۷۹۰۔ ترمذی، رقم ۱۴۹۵)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حج

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹوں کی قربانی دی۔ ان کے نحر کی نگرانی کے لیے آپ نے حضرت علی کو بھیجا تو انھیں اونٹوں کا گوشت تقسیم کرنے کے ساتھ ان کی کھالیں اور پالانیں بھی مسکینوں میں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے یہ ہدایت بھی دی، ذبح کی اجرت کے طور پر جانور کی کوئی شے نہ دوں (بخاری، رقم ۱۷۱۷-۱۷۱۸۔ مسلم، رقم ۳۱۸۳۔ ابوداؤد، رقم ۱۷۶۹۔ ابن ماجہ، رقم ۳۰۹۹۔ احمد، رقم ۵۹۳)۔

حضرت عثمان حج تمتع، یعنی ایک ہی سفر میں عمرہ کر کے حلال ہونے اور پھر حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنے سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: ہاں، تب ہم (کفار) سے خوف زدہ تھے۔ حضرت علی نے تمتع کی نیت کرتے ہوئے کہا: میں کسی شخص کے کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا (بخاری، رقم ۱۵۶۳۔ مسلم، رقم ۲۹۶۲۔ احمد، رقم ۴۳۲)۔ عسفان کے مقام پر ان دونوں میں تکرار ہو گئی۔ حضرت علی نے کہا: آپ اس کام سے روکنا چاہتے ہیں جس کی اجازت خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت علی نے کہا: میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا، پھر پکار کر کہا: 'لبیک بعمرة وحجة' (بخاری،

رقم ۱۵۶۹۔ مسلم، رقم ۲۹۶۴۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۳۴۲)۔

کھڑے ہو کر پانی پینا

ایک بار حضرت علی نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو لوگ عجیب نظروں سے دیکھنے لگے۔ فرمایا: کیا دیکھ رہے ہو؟ اگر میں کھڑے ہو کر پانی پیوں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پانی نوش فرماتے دیکھا ہے۔ اور اگر میں بیٹھ کر پیوں تو میں نے آپ کو بیٹھ کر پانی پیتے دیکھا ہے (احمد، رقم ۷۹۵)۔ اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہوئے اور کبھی بیٹھ کر پانی نوش فرمایا (نسائی، رقم ۱۳۶۲۔ احمد، رقم ۲۴۵۶۷)۔

جنازے کے لیے کھڑا ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ (ابوداؤد، رقم ۳۱۷۲۔ ترمذی، رقم ۱۰۴۳۔ نسائی، رقم ۱۹۱۷۔ ابن ماجہ، رقم ۱۵۴۲)۔ حضرت علی کہتے ہیں: آپ ایک یہودی عورت کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے، لیکن بعد میں آپ نے اسے معمول نہ بنایا (نسائی، رقم ۱۹۲۴۔ ترمذی، رقم ۱۰۴۴۔ احمد، رقم ۶۲۳)۔ جب آپ بیٹھے رہے تو ہم نے بھی بیٹھنا شروع کر دیا (ابن ماجہ، رقم ۱۵۴۴)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اونچی قبروں اور مورتیوں کی ممانعت

مدینہ تشریف آوری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو حکم دیا کہ ہر قبر کو برابر کر دے اور ہر بت کو زمین پر پٹخ دے۔ انصاری نے کہا: مجھے اپنی قوم کے گھروں میں داخل ہونا برا لگتا ہے۔ تب آپ نے حضرت علی کو مامور کیا اور نصیحت فرمائی: مصیبت میں ڈالنے والا، اکڑ دکھانے والا نہ بننا، ایک اچھا تاجر (لین دین کرنے والا) بننا، کیونکہ یہ لوگ عمل (لین دین) میں پیچھے رہ گئے ہیں (احمد، رقم ۱۱۷۶)۔

حضرت علی نے ابوالہیاج اسدی (حیان بن حصین) سے فرمایا: میں تمھیں اسی مشن پر بھیج رہا ہوں جس پر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا: کسی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر اور کسی مورتی کو نیست و نابود کیے بغیر نہ چھوڑنا (مسلم، رقم ۲۲۴۳۔ ابوداؤد، رقم ۳۲۱۸۔ ترمذی، رقم ۱۰۴۹۔ نسائی، رقم ۲۰۳۳۔ احمد، رقم ۱۱۷۰۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۶۴۸۷)۔ امام شافعی کے نزدیک قبر ایک بالشت برابر اونچی اور امام مالک اور دیگر فقہا کی راے میں کوہان نما بنائی جا سکتی ہے تاکہ لوگ اسے روندنا نہ شروع کر دیں (فتح الملہم)۔

متعہ

حضرت علی نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس متعہ کے جائز ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر نکاح متعہ، پالتو گدھوں کا گوشت اور لہسن کھانے سے منع فرمایا تھا (بخاری، رقم ۴۲۱۵۔ مسلم، رقم ۳۴۱۴۔ نسائی، رقم ۴۳۳۹۔ ابن ماجہ، رقم ۱۹۶۱۔ احمد، رقم ۱۲۰۴)۔ لہسن کی ممانعت صرف بخاری کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی (دوبارہ) اجازت دی، لیکن پھر اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا (مسلم، رقم ۳۴۱۰۔ ابن ماجہ، رقم ۱۹۶۲)۔ البانی کہتے ہیں: ابن ماجہ کی روایت میں حجۃ الوداع کا تعین غلط ہوا ہے۔ امام مسلم نے عنوان قائم کیا ہے: نکاح متعہ کی دو دفعہ اجازت دی گئی اور دو دفعہ اسے حرام قرار دیا گیا۔

فقہ علی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امام ابو یوسف کہتے ہیں: فقہی بحث و مذاکرہ کرنے کے لیے صحابہ کے دو حلقے سرگرم تھے۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت باہم فقہی مذاکرات کرتے تھے، جب کہ حضرت علی، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابی بن کعب ایک دوسرے کے سامنے علمی و فقہی مسائل پیش کرتے۔ اکابر صحابہ، حضرت عمر حتیٰ کہ حضرت معاویہ فقہی مسائل حل کرنے کے لیے حضرت علی ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

حضرت علی نے جنگلوں اور صحراؤں کو قابل محصول قرار دیا۔ انھوں نے گھوڑوں پر حضرت عمر کا لگایا ہوا ٹیکس ختم کر دیا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائد نہیں کیا گیا، اس لیے اسے شریعت بنانا درست نہیں۔

حضرت علی نے موزوں اور جرابوں، دونوں پر مسح کیا (ابوداؤد، رقم ۱۵۹، ۱۶۲)۔ شریح بن ہانی موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھنے حضرت عائشہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: علی کے پاس جاؤ، وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے (مسلم، رقم ۶۳۹، ۶۴۱۔ نسائی، رقم ۱۲۹۔ ابن ماجہ، رقم ۵۵۲۔ احمد، رقم ۷۴۸)۔

حضرت علی فرماتے ہیں: جب تک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے نہ دیکھا، یہی سمجھتا رہا کہ ان کے تلووں پر مسح کرنا زیادہ ضروری ہے (ابوداؤد، رقم ۱۶۳۔ احمد، رقم ۷۳۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۳۸۸۔ مسند بزار، رقم ۷۸۹)۔

حضرت علی کا یہ فتویٰ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس کو سنایا گیا: مستحاضہ ظہر کو مؤخر اور عصر کو معجل کرے گی، اس طرح مغرب کی نماز دیر سے اور عشا کی نماز جلدی پڑھ لے گی اور نماز فجر کے وقت غسل کر لے گی تو انھوں نے کہا: ہم اس کے لیے وہی حکم پاتے ہیں جو علی نے فرمایا (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۳۱۷۔ سنن دارمی، رقم ۷۹۲)۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ کہہ کر کہ میرے پاس علی کے فتوے کے علاوہ کوئی جواب نہیں، وضاحت کی: مستحاضہ ایک غسل کر کے ظہر وعصر اکٹھی پڑھے گی اور دوسرا غسل کر کے مغرب وعشا کو جمع کرے گی۔ انھیں کہا گیا: کوفہ ٹھنڈا علاقہ ہے، استحاضہ میں مبتلا عورت کے لیے دشواری ہو گی تو جواب دیا: اللہ چاہتا تو اسے اس سے بڑی آزمایش میں مبتلا کر دیتا (سنن دارمی، رقم ۹۳۲۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۱۷۳)۔

مکہ میں ایک شخص نے حضرت عمر سے پوچھا: وہ عمرے کا احرام کہاں سے باندھے؟ حضرت عمر نے کہا: علی بن ابوطالب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو۔ حضرت علی نے ہدایت کی: جہاں سے تم نے سفر شروع کیا تھا، یعنی اپنے علاقے کے میقات پر جا کر عمرے کا احرام باندھو۔ اس نے آ کر حضرت عمر کو بتایا تو انھوں نے کہا: تمھیں بتانے کے لیے میرے پاس علی کے مشورے کے علاوہ کوئی جواب نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۳۱۰۱)۔

حضرت عمر پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ درپیش ہو جسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن (حضرت علی) موجود نہ ہوں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت علی کی شہادت پر حضرت معاویہ نے کہا: ابن ابوطالب کی وفات سے فقہ وعلم جاتا رہا ہے۔ ان کے بھائی عتبہ بن ابوسفیان نے کہا: آپ کی یہ بات کہیں اہل شام نہ سن لیں۔ حضرت معاویہ نے کہا: مجھے یہ کہنے دو۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نکاح میں) فرج حلال کرنے کے لیے جو شرط لگائی جائے، اسے پورا کرنا اولین حق ہے (مسلم، رقم ۳۴۷۲۔ ترمذی، رقم ۱۱۲۷)۔ اس ارشاد نبوی کی روشنی میں حضرت عمر کہتے ہیں کہ اگر نکاح کے وقت مرد نے عورت کی یہ شرط مانی کہ وہ اسے اس کے شہر سے نہیں لے جائے گا تو اسے اس شرط پر عمل کرنا ہو گا۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اللہ کی شرط عورت کی لگائی ہوئی شرط پر مقدم ہو گی، یعنی مرد عورت کو اس کے شہر سے باہر لے جا سکتا ہے (ترمذی)۔ امام شافعی اور اکثر علما کا خیال ہے کہ حدیث میں بیان کردہ شرطوں کا اطلاق ان شرطوں پر ہوتا ہے جن کا عقد نکاح تقاضا کرتا ہے، مثلاً مرد کا عورت کو معروف کے مطابق خرچ دینا، کپڑا لتا اور اقامت مہیا کرنا اور بیوی کا شوہر کی اجازت کے

بغیر گھر سے نہ نکلنا اور اس کے مال و متاع میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف نہ کرنا۔ اللہ کی طرف سے عائد کردہ شرطوں کے علاوہ شرطیں لغو قرار پائیں گی اور انھیں پورا کرنا واجب نہ ہو گا (فتح الملہم)۔

حضرت معاویہ نے خنثیٰ مشکل (مخنث جس کا عورت یا مرد ہونا مشتبہ ہو، اس) کی میراث کا مسئلہ حضرت علی سے دریافت کیا تو انھوں نے فتویٰ دیا کہ اگر اس کی شرم گاہ مردوں کے مانند ہے تو مرد کی میراث ملے گی، بصورت دیگر عورت ہونے کا حکم لاگو ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت علی ہی کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت علی نے فقہی احکام پر مشتمل احادیث کا ایک مجموعہ 'صحیفہ' مرتب کیا۔

حضرت علی فرماتے ہیں: میرے حد قائم کرنے پر کسی کی موت ہو جائے تو مجھے رنج نہ ہو گا، سوائے شرابی کے، اگر وہ مر گیا تو میں اس کی دیت دوں گا، کیونکہ اس کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کی (بخاری، رقم ۶۷۷۸۔ مسلم، رقم ۴۴۵۸۔ ابوداؤد، رقم ۴۴۸۶۔ ابن ماجہ، رقم ۲۵۶۹۔ احمد، رقم ۱۰۸۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۷۵۵۰)۔

ایک بار حضرت علی نے جامع کوفہ کے صحن کے دروازے پر کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا: کچھ لوگ کھڑے ہوئے پانی پینے میں کراہت محسوس کرتے ہیں، حالاں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے، جس طرح میں نے پیا ہے (بخاری، رقم ۵۶۱۵۔ ابوداؤد، رقم ۳۷۱۸)۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

دو آدمیوں نے چوری کی شہادت دی تو حضرت علی نے چور کا ہاتھ کٹوا دیا بعد میں انھوں نے کہا: ہمیں غلطی لگی ہے۔ حضرت علی نے ان سے قطع ید کی دیت لی اور کہا: اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم نے جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دی ہے تو تمھارے ہاتھ بھی کٹوا دیتا (بخاری، رقم ۲۱)۔

ایک بار حضرت علی نے کچھ احادیث املا کروائیں۔ ایک دن مسجد کوفہ میں فرمایا: کون میرا علم ایک درہم میں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ان کا شاگرد الحارث الاعور دوڑ کر بازار سے ایک درہم کے کاغذ خرید لایا اور بہت سا علم قرطاس پر منتقل کر لیا۔ حر بن عدی کے پاس حضرت علی کی املا کرائی ہوئی چیزوں (امالی) کا پورا مجموعہ تھا۔

قضا علی

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی عہد رسالت میں فتویٰ دیا کرتے تھے، جب کہ شعبی نے چار اصحاب، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو قاضی قرار دیا ہے۔ فصل مقدمات میں حضرت علی کا کوئی ثانی نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں

'اقضاهم' (صحابہ میں سب سے بڑے قاضی) کی سند عطا فرمائی تھی (ابن ماجہ، رقم ۱۵۴)۔ علم فرائض، یعنی تقسیم میراث میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: ہم میں علی ہی سب سے بڑے قاضی ہیں (بخاری، رقم ۴۴۸۱)۔

حضرت علی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی نے زنا کیا تو آپ نے اسے کوڑے لگانے کا حکم مجھے دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایام نفاس میں ہے تو خدشہ ہوا کہ کوڑے لگاتے لگاتے میں اسے مار ہی نہ ڈالوں۔ آپ سے عرض کیا تو آپ نے مدح فرمائی اور ایام نفاس کے ختم ہونے تک اجراے حد کو مؤخر کر دیا (مسلم، رقم ۴۴۵۰۔ ابوداؤد، رقم ۴۴۷۳۔ ترمذی، رقم ۱۴۴۱۔ مسند ابویعلیٰ، رقم ۳۲۰)۔

حضرت عمر نے ایک فاتر العقل عورت کو زنا کرنے پر رجم کی سزا سنائی تو حضرت علی نے فرمایا: امیر المومنین، کیا آپ کے علم میں نہیں کہ دیوانے سے شرعی احکام ساقط ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ ہوش میں آ جائے؛ بچے سے، یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے، یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔ حضرت عمر نے کہا: ہاں بالکل، پھر اسے چھوڑنے کا حکم دیا اور اللہ اکبر، اللہ اکبر پکارنے لگے (بخاری، رقم ۲۲۔ ابوداؤد، رقم ۴۳۹۹۔ ترمذی، رقم ۱۴۲۳۔ ابن ماجہ، رقم ۲۰۴۲۔ احمد، رقم ۱۳۲۸)۔ ان کا یہ مشہور جملہ اسی واقعے سے منسوب ہے: 'لولا علی لهلك عمر'، ''اگر علی رہنمائی نہ کرتے تو عمر ہلاک ہی ہو جاتا'' (الاستیعاب)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

شاعر نجاشی نے ماہ رمضان میں شراب نوشی کی تو حضرت علی نے اس کا نشہ اترنے کا انتظار کیا، پھر اسّی (۸۰) درے لگوا کر جیل بھیج دیا اور کہا: یہ تمھاری بادہ خواری کی سزا ہے۔ اگلے دن جیل سے نکلوایا اور بیس کوڑوں کا اضافہ کر کے فرمایا: یہ ماہ صیام میں اللہ کی نافرمانی کرنے کی عقوبت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۹۲۱۸۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۷۵۴۶۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۳۵۵۶)۔ حضرت علی کے جلاد نے ایک سزا یافتہ کو دو تازیانے زیادہ لگا دیے تو انھوں نے بدلے میں اس کو بھی دو تازیانے لگوائے (السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۷۵۵۱)۔

حضرت علی نے قاضیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ سابق خلفا کے فتووں کے موافق فیصلے کریں تاکہ جماعتی نظم قائم رہے، فرمایا: میں اختلاف سے ڈرتا ہوں (بخاری)۔

دو شخص مل کر کھانے کے لیے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ انھوں نے ایک راہ گیر کو بھی کھانے میں شریک کر لیا جس نے شکریہ ادا کر کے آٹھ درہم پیش کر دیے۔ اب ان دونوں

میں درہموں کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والا تین درہم دینے کو تیار تھا، لیکن تین روٹیوں والا آدھی رقم، یعنی چار درہم لینا چاہتا تھا۔ مقدمہ حضرت علی کے پاس پیش ہوا تو انھوں نے تین روٹیوں والے سے کہا: تیرا دوست جو دے رہا ہے، لے لے۔ وہ نہ مانا تو انھوں نے فیصلہ صادر کیا: کل آٹھ روٹیاں اگر تین افراد میں مساوی تقسیم کی جائیں تو ان کے چوبیس ٹکڑوں میں ہر شخص نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تین روٹیوں والا اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھا گیا، اس لیے اسے محض ایک درہم ملے گا۔

قیام یمن کے دوران میں حضرت علی کے سامنے اسی طرح کا ایک اور مقدمہ پیش ہوا۔ کچھ لوگوں نے کنواں کھودا تو شیر اس میں جا گرا، وہ کنارے پر کھڑے اس کو دیکھ رہے تھے کہ دھکم پیل میں ایک شخص کنویں میں جا گرا، اس نے دوسرے کو پکڑ لیا، دوسرے نے تیسرے کو، تیسرے نے چوتھے کو تھام لیا۔ اس طرح چاروں کنویں میں جا پڑے۔ شیر نے انھیں زخمی کر دیا۔ شیر تو ایک اور شخص نے مار ڈالا، لیکن وہ چاروں بھی زخموں سے چل بسے۔ اب ان کے والی وارث آپس میں لڑنے لگے۔ حضرت علی نے کہا: جنگ و جدال نہ کرو، میں تمھارا فیصلہ کرتا ہوں۔ کنویں کے ارد گرد کے قبائل دیت کی رقم جمع کریں، پہلے شخص کو چوتھائی، دوسرے کو تہائی، تیسرے کو نصف اور چوتھے کو مکمل دیت ادا کی جائے۔ ان لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروانے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے حضرت علی کے فیصلے کو برقرار رکھا (احمد، رقم ۵۷۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۴۵۱۔ مسند بزار، رقم ۷۳۲)۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

کچھ مرتد حضرت علی کے پاس لائے گئے تو انھوں نے ان کو آگ میں ڈلوا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: اگر میں ہوتا تو آگ سے نہ جلاتا، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ والا عذاب نہ دو (بخاری، رقم ۶۹۲۲۔ ابوداؤد، رقم ۴۳۵۱۔ ترمذی، رقم ۱۴۵۸۔ نسائی، رقم ۴۰۶۵)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پانے والے مسلمان کا قرض اس کی وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا، حالاں کہ قرآن کریم میں قرض کا ذکر وصیت کے بعد ہے (ترمذی، رقم ۲۱۲۲۔ ابن ماجہ، رقم ۲۷۱۵۔ احمد، رقم ۵۹۵۔ مسند ابویعلیٰ، رقم ۳۰۰)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: 'مِّنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَآ اَوۡ دَيۡنٍ'، ''اس وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو یا قرض چکانے کے بعد'' (النساء ۴: ۱۲)۔

حضرت علی کے فتووں کی دھوم تھی، یہ دیکھتے ہوئے کچھ ناعاقبت اندیشوں نے ان کے فتاویٰ مرتب کیے اور کئی جھوٹے فیصلے ان سے منسوب کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس حضرت علی کا اسی طرح کا ایک

فتویٰ لایا گیا تو انھوں نے اس کا بیش تر حصہ مٹا دیا۔ابو اسحٰق کہتے ہیں: یہ وہ الفاظ تھے جو لوگوں نے حضرت علی کے بعد گھڑ لیے تھے (مسلم، رقم ۲۳، ۲۴)۔

مطالعۂ مزید: الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دار الارقم)، المسند الصحیح المختصر (مسلم: صالح بن عبد العزیز)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبد البر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تاریخ اسلام (شاہ معین الدین)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ نجیب آبادی)، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (البانی)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ جات: محمد حمید اللہ، مرتضیٰ حسین فاضل)، سیرت علی المرتضیٰ (محمد نافع)۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com